دینی عزت اسی کو حاصل ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی خاطر عاجزی اختیار کرے

(فرمودہ ۲۰-اگست ۱۹۱۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۃ الکوثر کی تلاوت کی:-

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ- فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانۡحَرۡ- اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَالۡاَبۡتَرُ [1]-

پھر فرمایا:-

عزت اور بڑائی حاصل کرنے کیلئے لوگوں نے بہت سی تدبیریں اختیار کی ہیں اور بہت سی تجویزیں سوچتے رہتے ہیں- ہزاروں رستے' ہزاروں ایجادیں اور ہزاروں تدبیریں لوگوں نے عزت حاصل کرنے کیلئے اختیار کر رکھی ہیں اور ہر روز نئے سے نئے پہلو سوچتے رہتے ہیں لیکن لوگوں نے جہاں عزت حاصل کرنے کے مختلف پہلو سوچے ہیں وہاں ایک بہت بڑا دھوکا بھی کھایا ہے جو ہمیشہ سے لگتا آیا ہے اور اس زمانہ میں لگ رہا ہے وہ یہ ہے کہ بعض ایسے لوگ جن کا دین سے تعلق ہوتا ہے یا یوں کہنا چاہیئے کہ جن کا دین کے ساتھ کمزور تعلق ہوتا ہے وہ دین اور دنیا کی عزت کو ایک سا سمجھ کر دین کی عزت حاصل کرنے کیلئے انہی تدبیروں سے کام لیتے ہیں جن سے دنیا کی عزت کا حصول سمجھتے ہیں لیکن جہاں مادی عالَم کا روحانی عالم سے اختلاف ہے وہاں دنیاوی اور دینی عزتوں میں بھی بڑا فرق ہے- دنیا کی عزتیں محنت' کوشش اور تدبیروں سے ملتی ہیں اور جتنا کوئی زیادہ کوشش کرے اتنی ہی زیادہ ملتی ہیں- لیکن دینی عزت حاصل کرنے کا طریق اس کے خلاف ہے اس کیلئے جتنی کوئی کوشش اور تدبیر کرتا

ہے اتنا ہی ذلیل ہوتا ہے اور جتنا دنیا سے علیحدہ ہوتا اور اپنے نفس کو دنیاوی خواہشات سے مارتا ہے اتنا ہی خدا اسے اونچا کرتا ہے- یہی بہت بڑا فرق ہے جس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے-

دین کی وجہ سے جو عزت ملی وہ آنحضرت ﷺ سے زیادہ کسی کو نہیں ملی اور نہ مل سکتی ہے- اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں آپ کی نسبت فرماتا ہے- اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ- فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ- اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ- ہم نے تجھے کوثر عنایت فرمائی ہے- یعنی ہر ایک چیز کی کثرت اور ہر ایک چیز میں وسعت دی ہے- چنانچہ کوئی چیز بھی لے لو نہریں ہی جاری نظر آتی ہیں- جنت میں جو حوض کوثر ہوگا وہ تو علیحدہ رہا یہاں بھی نہریں جاری ہیں اور ہر چیز کی کثرت ہے- آپ کو خدا تعالیٰ نے وہ عزت دی جو دنیا میں کسی کو حاصل نہ ہوئی- پہلی بڑی عزت تو آپ کو وہ دی جس میں دیگر انبیاء بھی آپ کے شریک نہیں اور وہ یہ کہ سب انبیاء ایک ایک قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے مگر آنحضرت ﷺ کو ساری دنیا کی طرف مبعوث کیا گیا اور آپ کو ساری دنیا کا بادشاہ کردیا گیا- کرشنؑ اور رامچندر کی تعلیم ہندوستان کیلئے تھی- زرتشت کی تعلیم ایران کیلئے تھی- حضرت موسیٰؑ سے لے کر حضرت مسیحؑ تک کُل انبیاء کی تعلیم بنی اسرائیل کیلئے تھی لیکن آنحضرت ﷺ پر خدا تعالیٰ نے یہ فضل کیا کہ ساری دنیا کا بادشاہ بنادیا- اور کوئی علاقہ آپ کی حکومت سے باہر نہ رکھا خواہ ایشیاء ہو یا افریقہ' خواہ یورپ ہو یا امریکہ' خواہ جزائر کے رہنے والے ہوں یا پہاڑوں کے' خواہ میدانوں میں رہنے والے ہوں یا جنگلوں میں' خواہ گاؤں بستیوں میں رہنے والے ہوں یا شہروں میں تمام کے اوپر آپ کی اطاعت فرض کرکے یہ قرار دے دیا کہ آپ کی اطاعت کا جوًا اٹھائے بغیر کسی کیلئے نجات کا دروازہ نہیں کھلا- تو اتنی بڑی حکومت آپ کو عطا ہوئی- پھر آپ کے کلام کو وہ اثر بخشا کہ آپ کی باتوں کو سن کر جنہوں نے ہدایت پائی تھی ان کی شان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا بڑھایا کہ کسی نبی کی صحبت یافتہ جماعت ان سے مقابلہ نہیں کرسکتی-

قرآن شریف میں جن نبیوں کا ذکر ہے ان میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سب سے بڑے ہیں- ان سے پہلے نبیوں کی امتوں کا حال تو ہمیں معلوم نہیں اور نہ ہی کوئی مفصّل تاریخ ہے جس سے یہ پتہ لگ سکے کہ حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ وغیرہ انبیاء کی امتیں کیسی تھیں- مگر موسیٰ علیہ السلام کی امت کا حال معلوم ہوتا ہے جو تاریخوں میں بھی پایا جاتا ہے اور

قرآن کریم نے بھی کھول کر بتادیا ہے۔ قرآن کریم نے تو اس لئے بتایا ہے کہ آنحضرت ﷺ ان کے مثیل تھے۔ ان دونوں انبیاء کی امتوں کا حال دیکھیں تو بہت بڑا فرق نظر آتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت تو وہ ہے جو ایک اتنے بڑے نبی کے عظیم الشان نشان دیکھ چکی ہے۔ انہوں نے فرعون کو غرق ہوتے دیکھا' جنگلوں اور بیابانوں میں خداتعالیٰ کی نصرت اور مدد کو شامل حال پایا لیکن پھر بھی یہ حال ہے کہ ایک جگہ لڑائی کیلئے حکم ہوا تو قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْ خُلَهَآ اَبَدًا مَّادَامُوْا فِیْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ [۲] کہتے ہیں اے موسیٰ! آپ اور آپ کا رب جاکر ان سے لڑیں ہم تو یہاں بیٹھے ہیں جب وہ وہاں سے چلے جائیں گے تب ہم داخل ہوں گے۔ یہ اُس قوم کا حال ہے جس نے بڑے بڑے معجزے دیکھے' بہت مدت نبی کی صحبت میں رہی۔ لیکن آنحضرت ﷺ کی جماعت کا حال سنیئے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگوں سے آپ نے یہ معاہدہ کیا کہ اگر مدینہ سے باہر جنگ ہو تو تم اس میں لڑنے کے پابند نہیں لیکن اگر مدینہ کے اندر ہو تو اس کے روکنے میں مدد دینا تمہارا فرض ہوگا۔ اس معاہدہ میں عیسائی اور یہودی بھی شامل تھے لیکن جب ایک دفعہ جنگ کا موقع آیا اور یہود نے بدعہدی کرکے اندر فساد مچادیا تو مسلمانوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے لڑیں گے اور دشمن پہلے ہم کو قتل کرے گا پھر کہیں آپ تک پہنچنے پائے گا [۳] - یہ اس قوم کا حال ہے جو بہت قلیل عرصہ یعنی صرف ڈیڑھ دو سال تک آپ کی صحبت میں رہی مگر باوجود اس کے اس کا ایمان اتنا ترقی کرگیا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جماعت جو قریباً بیس سال ان کی صحبت میں رہی اور جس نے بڑے بڑے نشانات دیکھے انہیں جب لڑنے کیلئے کہا گیا اور دشمن کی تعداد بھی کچھ زیادہ نہ تھی تو اس نے جواب دیا کہ آپ اور آپ کا خدا جاکر لڑیئے۔ آنحضرت ﷺ کی صحبت میں ایک قلیل عرصہ رہنے والی جماعت کا یہ حال ہے کہ اس کا مقابلہ ایک خطرناک گروہ سے ہوجاتا ہے جو یوں تو ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں تھا لیکن مقابلہ کیلئے جو آئے وہ بھی بہت زیادہ تھے باوجود اس کے وہ آنحضرت ﷺ کو کہتے ہیں کہ ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ آپ تک اس وقت تک کوئی دشمن نہیں پہنچ سکتا جب تک ہم سب کو مار نہ لے۔ پھر مَردوں ہی میں یہ جوش نہیں بلکہ لڑکوں اور بچوں میں بھی یہی جوش ہے۔ چودہ پندرہ سال کے لڑکوں میں وہ جرأت اور دلیری پائی جاتی تھی جو اِس زمانہ میں بڑے بڑے جوانوں میں نہیں۔ اب اگر اس عمر کے

لڑکوں کو نماز کیلئے کہا جائے تو والدین کہہ دیتے ہیں ابھی بچے ہیں۔ مگر آنحضرت ﷺ کی زبان میں وہ اثر تھا کہ دنیا کی وہ قوم جو بچے کہلاتی ہے ان میں وہ روحانیت اور جوش تھا کہ آج کل کے بڑے سے بڑے بہادروں میں نہیں ہے۔ بدر کی جنگ کا واقعہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوف کہتے ہیں اس لڑائی میں میرے پہلو بہ پہلو دو لڑکے تھے۔ مَیں نے خیال کیا کہ آج کی لڑائی بے مزا ہی رہے گی۔ (کیونکہ لڑنے میں اُسی وقت مزا آتا ہے جبکہ دونوں پہلوؤں میں بھی بہادر لڑ رہے ہوں) میرے دل میں یہ خیال پیدا ہی ہوا تھا کہ ایک نے مجھ سے پوچھا۔ چچا! ابوجہل جو رسول اللہ کو گالیاں دیتا اور بڑی بھاری مخالفت کرتا ہے کہاں ہے؟ مجھے بتاؤ تا مَیں اسے قتل کروں۔ یہ بڑے بہادر تھے کہتے ہیں میرے دل میں یہ خیال بھی نہیں تھا جو اس لڑکے نے ظاہر کیا۔ پھر دوسرے لڑکے نے یہی سوال کیا۔ میں حیران رہ گیا۔ ابوجہل فوج کا کمانڈر اور قلب لشکر میں کھڑا تھا۔ اس کے ارد گرد بڑے بہادر اور زور آور آدمی لڑ رہے تھے۔ مَیں نے اشارہ کرکے بتایا۔ اور اشارہ کیا ہی تھا کہ دونوں لڑکے بجلی کی طرح کوند کر اس پر جاپڑے اور راستے کے لوگوں کو چیرتے ہوئے اس تک پہنچ گئے۔ گو ایک کا ہاتھ کٹ گیا مگر دونوں نے جا کر ابوجہل کو گرالیا [1] ۔ یہ بچوں کا حال تھا۔ عورتوں کا تو اس سے بھی عجیب تھا۔ دنیا میں ماتم عورتوں سے ہی چلا ہے کیونکہ یہ کمزور اور ضعیف دل ہوتی ہیں اور کسی صدمہ اور غم سے جلد ہی گھبراجاتی ہیں۔ مگر آنحضرت ﷺ کی صحبت میں اَور ہی نظارہ دیکھنے میں آتا ہے۔ اُحد کی جنگ میں یہ مشہور ہوگیا تھا کہ آپؐ شہید ہوگئے ہیں۔ جب اس لڑائی سے لشکر واپس آرہا تھا تو مدینہ کی عورتیں مدینہ سے باہر دیکھنے کیلئے نکل آئیں۔ ایک عورت نے ایک سپاہی سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کا کیا حال ہے؟ چونکہ آپؐ بخیریت واپس تشریف لا رہے تھے اور سپاہی اس طرف سے مطمئن تھا اس لئے اس نے اس بات کا تو کوئی جواب نہ دیا اور اس عورت سے کہا کہ تیرا خاوند مارا گیا ہے۔ اس نے کہا میں نے تم سے یہ پوچھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ تیرا باپ بھی مارا گیا ہے (چونکہ اس سپاہی کا دل آنحضرت ﷺ کی طرف سے بے فکر تھا اس لئے وہ وہی جواب دیتا جو اس کے نزدیک اس عورت کیلئے ضروری تھا) عورت نے کہا میں نے تو یہ پوچھا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا کیا حال ہے؟ اُس نے کہا تیرا بھائی بھی مارا گیا ہے۔ اس نے کہا مَیں تم سے یہ نہیں پوچھتی' مجھے یہ بتاؤ کہ آنحضرت کا کیا حال ہے؟ اُس نے کہا آپ تو خیریت سے ہیں۔ عورت نے کہا کہ اگر

رسول اللہ زندہ ہیں تو اَور کسی کی کیا پرواہ ہے ۵؎ - جب ایک اعلیٰ درجہ کی چیز محفوظ ہے تو اس پر ادنیٰ درجہ کی چیزوں کے قربان ہوجانے کا کیا رنج؟

یہ ایک عورت کا گُردہ ہے- اس کے مقابلہ میں آج کل کے لوگ جو بڑے صوفی بنتے ہیں اور بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں ان کی عورتوں کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی چھوٹا بچہ مرجائے تو شور مچادیتی ہیں- مگر اس کا خاوند باپ بھائی مارا جاتا ہے اور وہ کہتی ہے کہ اگر رسول اللہ زندہ ہیں تو کوئی پرواہ نہیں- تو آنحضرت ﷺ کی ایسی تاثیر تھی کہ جس نے دلوں کو بدل دیا تھا اور ایسا کردیا تھا کہ جس کی نظیر نہیں مل سکتی- موت ان لوگوں کیلئے کوئی حقیقت نہ رکھتی تھی- اسی طرح ان کے اخلاق کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ان کی بھی کوئی نظیر نہیں- تعلیم ایسی اعلیٰ کہ بے مثل- غرضیکہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جو عزت سے تعلق رکھتی ہو اور آنحضرت ﷺ کو نہ ملی ہو- اور پھر ایسی کوئی چیز بھی نہیں کہ کوئی نبی بھی اس کا مقابلہ کرسکے' تو آنحضرت ﷺ اس قدر عزت والے انسان ہیں- اس کے متعلق تم نے کبھی اپنے نفس میں غور کیا ہے کہ آپؐ کو کس طرح یہ عزت ملی- کیا اس کیلئے آپ نے بڑی بڑی کوششیں کیں- منصوبے باندھے' تدبیریں کیں یا اس کیلئے لوگوں سے لڑائی جھگڑا کرتے تھے- آپ کے بڑے بڑے دشمن گزرے ہیں جنہوں نے آپؐ کے سارے کام کو فریب اور منصوبہ قرار دینے میں بڑا زور مارا ہے-

کیونکہ اس کی بجائے وہ یہی اقرار کرتے ہیں کہ یہ شخص سب سے زیادہ دنیا کی عزت سے بھاگنے والا نظر آتا ہے- لیکن باوجود اس کے آپ اوپر ہی اوپر بڑھتے جاتے تھے- تو آپ کی تمام عزت کا راز تدبیروں' کوششوں اور منصوبوں میں نہ تھا بلکہ اس میں تھا کہ آپ جس قدر دنیا سے دور بھاگتے تھے' اتنے ہی بڑھائے جاتے تھے- آپؐ جس طرح دینی عزت میں تمام انسانوں سے ممتاز ہیں اسی طرح دنیوی عزت میں بھی ہیں لیکن چونکہ اس میں جھگڑا ہے اس لئے مَیں اسے نظرانداز کردیتا ہوں- ورنہ دنیاوی لحاظ سے بھی آپؐ کی وہ شان وشوکت ہے کہ اس کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا- لیکن جس قدر آپؐ بڑے تھے آپؐ کی عبادات' افعال اور معاملات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ اسی قدر دنیا سے نفرت کرنے والے تھے-

اس زمانہ میں بہت بڑی عزت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ملی حتیٰ کہ آپ کی عزت کی بلندی کے اظہار کیلئے قرآن شریف میں آپ کی نسبت یہ قرار دیا کہ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ ۶؎

میں شامل کردیا- مَیں نے آپ سے بارہا سنا آپ مخالفوں کو مخاطب کرکے فرمایا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ مَیں مسیح بن گیا ہوں مَیں تو کبھی نہیں چاہتا تھا کہ مسیح بنوں- مجھے تو گمنامی کے گوشہ میں رہنا ہی پسند تھا لیکن مَیں کیا کروں مجھے تو خدا نے بنادیا ہے اس میں میرا کیا قصور ہے مجھ سے کیوں لڑتے ہو اگر لڑنا ہے تو خدا سے لڑو- تو اس انسان کے منہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی دینی عزت حاصل کرنی چاہے تو کوشش سے نہیں ہوسکتی بلکہ اس کیلئے جتنا کوئی نیچے گرے' خدا اُتنا ہی اُسے بلند کرتا ہے' بہت لوگ اس بات کو نہیں سمجھے- چونکہ ہمارا سلسلہ دینی سلسلہ ہے اس میں وہی بڑا ہوسکتا ہے جو بڑائی نہ چاہے اور وہی اونچا ہوسکتا ہے جو اپنے کو نیچے گرائے- اور وہی معزز ہوسکتا ہے جو دین کیلئے دنیا کی ہر ذلّت کو برداشت کرنے کیلئے تیار ہے- مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اختلاف پیدا ہوجاتے ہیں- چھوٹی چھوٹی انجمنیں ہیں جن کا بہت قلیل چندہ آتا ہے مگر ان میں اس امر پر بحث شروع ہوجاتی ہے کہ انجمن کا سیکرٹری کون ہو' پریذیڈنٹ کون بنے- جس کے دل میں یہ خیال ہو کہ مَیں پریذیڈنٹ بنایا جاؤں اگر وہ نہ بنایا جائے تو علیحدہ ہوجاتا ہے- حالانکہ اگر دنیاوی عزت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو کوئی ایک چھوٹی سی انجمن کا پریذیڈنٹ بن گیا تو کیا اور اگر نہ بنا تو کیا- اسے دنیاداروں کے مقابلہ میں کیا عزت حاصل ہوئی- باقی رہا دین کا معاملہ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ خداتعالیٰ کے حضور وہی عزت پاتا ہے جو عزت کا خیال بھی نہ کرے اور جو کوشش کرتا ہے وہ ضرور ذلیل کیا جاتا ہے- اس وقت ہماری جماعت کیلئے نمونہ موجود ہے- کچھ لوگ تھے جو عہدوں کا حاصل کرنا عزت کا ذریعہ سمجھے ہوئے تھے اور کوششوں سے چاہتے تھے کہ معزز بن جائیں- لیکن جس طرح مکھی کو دودھ سے نکال کر باہر پھینک دیا جاتا ہے اسی طرح خداتعالیٰ نے ان کو سلسلہ سے نکال کر باہر پھینک دیا- ایک مشہور شعر ہے

قسمت کی خوبی دیکھیئے ٹوٹی کہاں کمند دوچار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا

یہی مثال ان لوگوں کی ہوئی وہ سمجھے بیٹھے تھے کہ سب کچھ ہمارے قبضہ میں آگیا ہے اور یقین رکھتے تھے کہ ہم اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوگئے ہیں مگر اُس وقت جاکر کمند ٹوٹ گئی جبکہ دوچار ہاتھ لب بام رہ گیا- یہ خداتعالیٰ کی سنت ہے کہ مہلت دیتا ہے لیکن نادان انسان سمجھتا ہے کہ مَیں کامیاب ہوگیا ہوں لیکن جونہی اس کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اب ہاتھ رکھا تو کامیاب ہوجاؤں گا اُسی وقت رسّی کھنچتی ہے اور دھڑام سے نیچے آگرتا ہے- پس ہماری

جماعت کیلئے نمونہ موجود ہے اگر پہلے غیروں کے نمونے تھے تو اس وقت ان لوگوں کا نمونہ ہے جو جماعت پر بڑا اثر رکھنے والے تھے۔ انہوں نے اپنی تدبیروں سے بڑا بننا چاہا لیکن خدا نے نہ چاہا۔ اس لئے جس وقت انہوں نے سمجھا کہ اب پھل تیار ہوگیا ہے منہ میں ڈال لیں' اُسی وقت خدا نے ان سے چھین لیا۔

پس تم خوب یاد رکھو کہ دین کی عزت کوشش سے نہیں ملتی بلکہ اُسی کیلئے ہوتی ہے جو اللہ کیلئے اپنے آپ کو ذلیل کرے اور اللہ کیلئے رسوائی کو قبول کرے جو ایسا نہیں کرتا وہ کبھی عزت نہیں پاسکتا۔ ہمیں کام کرنے والے انسان چاہئیں اگر کسی کام کرنے والے میں کوئی نقص ہے تو بجائے اس کے کہ اسے توڑنے کی کوشش کی جائے خود اس کی مدد کیلئے کھڑا ہونا چاہیئے۔ اگر کسی گھر کی دیوار گرنے لگے تو جب تک بالکل ہی مایوسی نہ ہوجائے اس کے نیچے ستون رکھے جاتے ہیں لیکن کس قدر افسوس ہے کہ دین کے کاموں میں یہ کوشش کی جائے کہ جس میں کوئی نقص ہو اسے توڑدیا جائے۔ توڑنے کی اُس وقت ضرورت پڑتی ہے جبکہ اس کے کام آنے کی کوئی امید نہ رہے۔ اگر کسی میں کمزوری ہے تو اس کی مدد کرو۔ اگر کوئی تھوڑا کام کرسکتا ہے تو اس کے ساتھ مل کر کام پورا کردو لیکن جو یہ چاہتا ہے کہ دوسروں کو ذلیل کرکے آپ عزت حاصل کرے وہ ذلیل ہوجائے گا۔ پہلوں کیلئے یہی بات ٹھوکر کا موجب ہوئی ہے اب بھی اگر کوئی اس طرح کرے گا تو خدا اس کو بھی نکال دے گا۔ خدا کو نہ ان کی پرواہ تھی اور نہ اب کسی کی ہے۔ ہمارا سلسلہ نہ پہلے بندوں کے سہارے چلا ہے اور نہ اب چلے گا۔ پہلے بھی خدا ہی چلاتا تھا اور اب بھی خدا ہی چلائے گا۔ وہ جو خیال رکھتے ہیں کہ ہم پریذیڈنٹ یا سیکرٹری بنائے جائیں یا صرف اعتراضوں میں لگے رہتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ خدا نے ایک عبرت کا نمونہ دکھادیا ہے۔ اب بھی اس کا کوئی ہاتھ نہیں پکڑسکتا' وہ اب بھی وہی نمونہ دکھاسکتا ہے۔ یہ دین کا معاملہ ہے اس میں تمہیں بہت پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہیئے۔ جب خدائی غیرت بھڑکتی ہے تو پھر یہ نہیں دیکھتی کہ فلاں بڑا ہے اور فلاں چھوٹا۔ جو کوئی بھی اس کے دین کے رستے میں روک ہوتا ہے اس کو نکال پھینکتی ہے۔ پس ایسے خیال اپنے دلوں سے نکال دو اور خدا کیلئے ذلّت اور رسوائی برداشت کرنے کو تیار رہو۔ اس بات کیلئے تیار رہو کہ لوگ تم سے بدسلوکی کریں۔ تم حقیر سمجھے جاؤ کیونکہ جو خدا کیلئے ذلیل ہوتا ہے وہ عزت پاتا ہے اور جو خدا کے کاموں کی پرواہ نہیں کرتا وہ ذلیل ہوجاتا ہے۔ خداتعالیٰ ہماری جماعت سے

اس مرض کو دور کرکے اس قابل بنادے کہ وہ دین کے کام کرکے کبھی اپنی عزت کا خیال نہ کریں۔

(الفضل ۲۹-اگست ۱۹۱۵ء)

۱؎ الکوثر:۲تا آخر ۲؎ المائدۃ:۲۵

۳؎ بخاری کتاب المغازی باب قول اللّٰہ تعالٰی اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ۔ الخ

۴؎ بخاری کتاب المغازی باب فضل من شَہِدَ بدرًا۔

۵؎ سیرت ابن ھشام عربی جلد ۳ صفحہ ۱۰۵ مطبع مصطفٰے البابی الحلبی مصر ۱۹۳۶ء

۶؎ الجمعۃ:۴